Orientalist Interpretations: Situating Faiz in the Global Intellectual Discourse

تعبیر مستشرق: عالمی علمی تناظر میں فیض کی تفہیم

Dr.Naseem Abbas Ahmar*[1]
Professor, Department of Urdu Language and Literature
University of Sargodha
Prof. (Dr.) Mohammad Yahya Saba*[2]
Department of Urdu, Kirori Mal College, University of Delhi

[1]☆ڈاکٹر نسیم عباس احمر

پروفیسر، شُعبہ اردوزبان وادب، یونیورسٹی آف سرگودھا

[2]☆ڈاکٹر محمد یحیی صبا

پروفیسر، شعبہ اردو، کروڑی مال کالج، جامعہ دہلی، انڈیا

Correspondance: naseem.abbas@uos.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 07-07-2025
Accepted:22-09-2025
Online:29-09-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Faiz Ahmed Faiz is such a literary figure on whom not only critics and researchers associated with Urdu and English literature in India and Pakistan have written, but also foreign writers and Orientalists have contributed significantly. A significant number of American, British, Russian, French, Japanese, and Australian Orientalists have also played a vital role in understanding and interpreting Faiz. In 1993, Estelle Dryland authored a critical book in which he examined various aspects of social realism in Faiz's work. Among American Orientalists, Carlo Coppola, A Sean Pue, Jennifer Dubrow, Naomi Lazard, and Peter Manuel have written papers on Faiz. British Orientalists who have written about him include Ralph Russell, David Matthews, Christopher Shackle, and Victor Kiernan, all of whom are significant names. Among Russian Orientalists, Ludmela Vessliva authored a book in Russian in 2002 analyzing Faiz's personality and poetry. Other Russian scholars who contributed include Alexey Surkov, Mariam Selganik, Anna Suvorda, and Yuri Kornilov. Among French Orientalists, Denis

Matringe is a notable name. Most of these Orientalists have focused on the analysis and interpretation of Faiz's poetry. However, some have also acted as translators and commentators. Some began their engagement with Faiz by translating his work and later moved toward critical analysis. A few have even written memoirs reflecting their personal experiences with Faiz or his poetry. In this research paper, a critical review will be undertaken of the books and articles written by these Orientalists on Faiz..

KEYWORDS:Orientalists, Faiz Ahmad Faiz, Naomi Lazard, Victor Kiernan, Ludmela Vessliva, Estelle Dryland

فیض احمد فیض ایسی ادبی شخصیت ہیں جن پہ نہ صرف ہندوپاک کی اردو اور انگریزی ادبیات سے وابستہ ناقدین و محققین بلکہ غیر ملکی ادیبوں اور مستشرقین نے بھی لکھا۔ فیض شناسی کا یہ سلسلہ ہر دو جانب مسلسل جاری و ساری ہے۔ مستشرقین کی ایک بڑی تعداد بھی فیض فہمی میں اپنا کردار ادا کر رہی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں ایسے ڈرائی لینڈ نے فیض پر ایک تنقیدی کتاب تحریر کی۔ امریکی مستشرقین میں کارلو کپولا، سان پیو، جینیفر ڈبریو، ناومی لیزرڈ اور پیٹر منیئول نے مقالے لکھے ہیں۔ فیض پر لکھنے والے برطانوی مستشرقین میں رالف رسل ،ڈیوڈ میتھوز، کرسٹوفر شیکل اور وکٹر کرینن کے نام اہم ہیں۔ روسی مستشرقین میں لدمیلا وسلیوا نے بھی ۲۰۰۲ء میں فیض کی شخصیت اور شاعری کی تقسیم پر ایک کتاب روسی زبان میں قلم بند کی۔ دیگر روسی مستشرقین میں الیکسی سرکوف، مریم سلگانیک، ریاکا سکوف، انا سوور دا اور یوری کورنی لوف شامل ہیں۔ فرانسیسی مستشرقین میں ڈینیس مارتنگ کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ مذکورہ مستشرقین نے فیض کی شاعری کی تفہیم یہ کام کیا ہے۔ البتہ کچھ ناقدین نے شارحین کا کردار بھی ادا کیا ہے۔ کچھ نے تراجم کیے ہیں اور ابتداء میں ان کی شاعری کا محاکمہ کیا ہے۔ کچھ ناقدین نے اپنی یادداشتیں بھی تحریر کی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نے انٹرویوز کیے، کالم اور خاکے لکھے۔

امریکی مستشرقین کا مطالعہ کیا جائے تو کارلو کپولا-سان پیو-ناؤمی لیزارڈ-پیٹر مینئول-جینیفر ڈبریو-رؤنی کینٹور کے نام سامنے آتے ہیں۔ کارلو کپولا اوکلینڈ یونیورسٹی،، مشی گن، امریکہ میں ہندی-اردو اور لسانیات کے پروفیسر ایمیریٹس ہیں، ایک انعام یافتہ استاد اور رہنما بھی رہے ہیں، اور یونیورسٹی کے سینٹر فار انٹرنیشنل پروگرامز کے ڈائریکٹر کے طور پر خدمات انجام دے چکے ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں انہوں نے "محفل: ساؤتھ ایشین لٹریچر کا سہ ماہی جریدہ" کی بنیاد رکھی، جسے بعد میں "جرنل آف ساؤتھ ایشین لٹریچر" کا نام دیا گیا۔ فیض شناسی کے حوالے سے ان کی دو کتب میں شامل دو مضامین اہم ہیں۔ ان کی The progressive Episode Urdu Poetry: یہ کتاب ۲۰۱۷ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب ان کے پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جو یونیورسٹی آف شکاگو میں ۱۹۷۵ء میں جمع ہوا۔ اس کتاب کا

موضوع پانچ مشہور ترقی پسند شعرا ـــ فیض احمد فیض، اسرار الحق مجاز، مخدوم محی الدین، علی سردار جعفری، اور ساحر لدھیانوی ـــ کی زندگیاں اور ان کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔اس میں فیض کی زندگی کے بارے میں بھی تفصیل سے لکھا گیا ہے۔اس مضمون میں فیض کے نام کا مطلب اور خاندانی پس منظر، معروف باپ کا بیٹا ہونا، تعلیمی ملازمت اور ترقی پسند ادیبوں سے تعلق ابتدائی رجحانات ،ادب لطیف کی ادارت، ایلس جارج سے ملاقات اور شادی، جنگِ عظیم دوم اور فوجی خدمات، تقسیم ہند کے بعد صحافت اور سیاست میں قدم، راولپنڈی سازش کیس، عالمی سطح پر پذیرائی، علاقائی زبانوں کی حمایت، جنرل ضیاء کا دور اور جلاوطنی، وطن واپسی اور آخری ایام، کو بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ انھوں نے تین مزید تفصیلی مضامین بھی لکھے۔جو مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی کے جرنل آف ساؤتھ ایشین لٹریچر اور محفل میں شائع ہوئے۔" فیض کی ایام اسیری کی شاعری "ـــاس مضمون میں راولپنڈی سازش کیس کا پس منظر، گرفتاری اور قید کی تفصیل پیش کی ہے۔فیض کے شعری مجموعہ "دست صبا" اور زنداں نامہ " کی شاعری کو موضوع بنایا ہے 'دست صبا' کی جن نظموں کے موضوع اور امیجری کو زیر بحث لایا گیا ہے ان میں "دو آوازیں"، "شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں"، "طوق و دار کا موسم"، نثار میں تیری گلیوں کے "، "زنداں کی ایک صبح" اور زنداں کی ایک شام" میں جبر، امید، مزاحمت اور اجتماعی شعور کے مضامین میں فنی اور فکری گہرائی کو تلاش کیا ہے۔ نظم "ایرانی طلباء کے نام" کے دو مختلف متون کی روشنی میں جنگ اور امن پر بحث کی گئی ہے۔شعری مجموعہ "زنداں نامہ" کی نظموں "ملاقات"، "اے روشنیوں کے شہر"، "ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے" میں مصیبت اور نا امیدی کے عالم میں ایمان اور امید کے اسی تصور کو نمایاں کیا ہے۔ ان مجموعوں اور ایام اسیری کی شاعری کو کارلو کپولا بلوغت کے دوسرے دور کی شاعری قرار دیتے ہیں۔جب کہ اس سے پہلے دور کو بلوغت کا پہلا اور مدھم دور کہتے ہیں۔ جہاں وہ ماہرین نفسیات کے تصور کو سامنے لاتے ہیں کہ بلوغت سے مراد یہ ہے کہ پہلے ایک "مدھم دور آتا ہے جس میں بچے فرمانبردار، قانون پسند، جذبات سے عاری اور موجودہ نظام کے حمایتی ہوتے ہیں۔ یہ وہ دور ہوتا ہے جسے نو بالغ بچے ماضی کو بطور "فرمانبردار" دور یاد کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے دیگر مضامین "فیض کے پانچ انگریزی تراجم کا جائزہ اور "فیض کی اپنی گفتگو" پر مشتمل ہیں۔

سان پیو (A Sean Pue) مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ سان پیو نے کولمبیا یونیورسٹی سے ۲۰۰۷ء میں پی ایچ ڈی کی۔ ۲۰۰۴ء میں یونیورسٹی آف شکاگو میں ریسرچ ایسوسی ایٹ رہے۔۲۰۰۸ء میں مشی گن سٹیٹ یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے۔ ۲۰۲۳ء میں اسی ادارے میں پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ان کی ایک کتاب 'ن م راشد اور جدید اردو شاعری' کے حوالے سے بھی ہے۔ فیض کے حوالے سے ان کے دو مضامین ملتے ہیں۔ان کا ایک مضمون فیض اور راشد کے تقابلی مطالعے پر مبنی ہے جو لمز کے مجلے "بنیاد" میں ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔یہ مضمون یاسمین حمید کی مرتبہ کتاب Daybreak: Writings on Faiz میں بھی شامل ہے۔ یہ کتاب ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی۔اس مضمون کا عنوان 'N. M. Rashed and Faiz Ahmed Faiz: A Comparative Analysis ہے۔اس مضمون میں راشد کی

فیض بارے تین مختلف ادوار میں مختلف آرا کا جائزہ لیا گیا ہے -راشد اور فیض کی نظموں کے مشترک موضوعات کا تقابل کیا ہے۔ فیض کی راشد کی مشکل پسندی کے اسباب بارے رائے دی ہے - ان کے بقول فیض نے راشد کا گہرائی کے ساتھ اور راشد نے فیض کا سطحی مطالعہ کیا ہے۔ راشد کے فیض پر اعتراضات کا جواب بھی دیا اور راشد کے تضادات کی نشان دہی بھی کی۔ پاکستانیات ۲۰۱۳ء میں ایک مضمون Rethinking Modernism and Progressive poetry: Faiz البتہ یہ وہی مضمون ہے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں اس کا عنوان تبدیل کر دیا گیا ہے۔ وہ اس مضمون میں فیض اور راشد کا تقابل ترقی پسندی اور جدیدیت کے تناظر میں کچھ یوں کرتے ہیں۔

> "نقادوں کے ہاں فیض اور راشد کے فرق کو عام طور پر اردو ادب کے ایک معروف تقسیم —ترقی پسند بمقابلہ جدیدیت پسند — سے سمجھا جاتا ہے۔ ترقی پسند ادب "زندگی کے لیے ادب" (ادب برائے زندگی) کے اصول کو مانتا ہے، جبکہ جدیدیت پسند "ادب برائے ادب" پر یقین رکھتے ہیں۔ فیض کو ہمیشہ ترقی پسند مکتبہ فکر کا نمائندہ مانا گیا، جبکہ راشد کو اکثر جدیدیت پسند کہا جاتا ہے۔ یہ تقسیم دراصل 1930 اور 40 کی دہائی میں ترقی پسند تحریک کے نقادوں نے پیش کی تھی، جن کا تعلق زیادہ تر سیکولر قوم پرست اور مارکسی نظریات سے تھا۔ اس تقسیم نے ادب میں دو واضح کیمپ پیدا کیے، جو کئی دہائیوں تک اردو تنقید پر اثر انداز رہے۔ تاہم، اس مضمون کا دعویٰ ہے کہ یہ تقسیم فیض اور راشد — دونوں — کی شاعری پر مکمل طور پر لاگو نہیں ہوتی۔ لیکن اسے مکمل طور پر رد بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہی تنقیدی پیمانے خود ان شاعروں نے بھی اپنی شاعری کو سمجھنے یا دوسرے کی شاعری پر تنقید کرنے میں استعمال کیے۔ [1]

ناؤمی لیزرڈ امریکی شاعرہ ہیں۔ پرنسٹن میں رہائش پذیر ہیں۔ انھوں نے فیض کی چوالیس نظموں کا ترجمہ کیا۔ ان کی کتاب The True Subject: Selected Poems of Faiz Ahmed Faiz ہے جو 1987 میں شائع ہوئی۔ ناؤمی، کلام فیض کے مترجم کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ ان تراجم کے تعارف میں فیض کے بارے اپنی رائے اور ترجمے کی مشکلات بھی بیان کرتی ہیں۔ ان تراجم کی خاص بات یہ ہے کہ یہ خود فیض احمد فیض نے دیکھے تھے اور کچھ نظمیں انھوں نے ترجمہ کے لیے خود ناؤمی کو دی تھیں۔ اس کے علاوہ فیض کی وفات پر ایک مضمون بھی لکھا۔ جو اشفاق حسین کی کتاب 'مطالعہ فیض: امریکہ، کینیڈا میں' میں موجود ہے۔ اس مضمون کا عنوان "دشوار تو یہ ہے کہ دشوار بھی نہیں" ہے۔ اس کا اردو ترجمہ اکرام بریلوی نے کیا ہے۔ اس مضمون میں فیض سے ملاقاتوں کا احوال اور ترجمہ کی گئی نظموں کی خصوصیات کو پیش

کیا گیا ہے۔ پیٹر مینوئل، امریکی ماہر موسیقی ہیں۔ موسیقی کے حوالے سے ان کے بہت سے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ن کا ایک مضمون بہ عنوان ہے۔ یہ مضمون خالد سہیل اور اشفاق حسین کی مرتبہ کتاب Faiz: A poet of peace from Pakistan میں شامل ہے جو پاکستان اسٹڈی سنٹر کراچی یونیورسٹی سے ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی۔ اس مضمون میں فیض کی Faiz and indo-Pak music شاعری اور اس پر مرتب موسیقی میں مقبولیت پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز ان کے نزدیک فیض کی شاعری مختلف لوگوں کے لیے مختلف معنی رکھتی ہے۔ فیض کی شاعری کے سامعین کی بڑی تعداد ایسی ہے جو انھیں باقاعدگی سے نہیں پڑھتی بلکہ ان کی شناسائی کا ذریعہ وہ موسیقی ہے جو فیض کی غزلیات اور نظموں کے لیے ترتیب دی گئی ہے۔ پیٹر نے فیض کی شاعری کے انڈوپاک موسیقی پر اثرات کو بھی موضوع بنایا ہے۔ وہ مغربی جمالیات کے ماہرین انل بسواس اور سوزین لنگر کے قول سے مثال دیتے ہیں کہ بعض اوقات عام شاعری موسیقی سے عظیم شاعری کا تاثر پیدا کر دیتی ہے (2)۔ اس حوالے سے وہ اردو غزل گائیکی سے دو مثالیں بھی پیش کرتے ہیں۔

بیگم اختر کا شکیل بدایونی کی نظم "اے محبت ترے انجام پہ رونا آیا" کی لازوال دھن کی ایک مثال دی ہے کہ کس طرح ایک معمولی سی نظم گائی جانے پر بے مثال اثر رکھ سکتی ہے۔ وہ فیض کی غزل کی انفرادیت پہ بات کرتے ہیں کہ یہ نہ صرف فنی حوالے سے عمدہ ہے بلکہ موسیقی کے لیے بھی عمدہ متن فراہم کرتی ہے۔ فیض کی شاعری میں موسیقیت اور نرمی موجود ہے۔ انھوں نے فیض کے غزل گائیک گلوکاروں اور ان کی ریکارڈنگز کی تفصیل بھی پیش کی ہے۔، واشنگٹن یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ انھوں نے پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف شکاگو سے کی۔ ان کا مضمون (Jennifer Dubrow) جینیفر ڈبریو میں چھپا۔ اس میں فیض کی نظم "۔۔۔۔ ہم دیکھیں گے" کی عصری Positions میں ۲۰۲۰ء میں- Singing the revolution معنویت پر مضمون لکھا۔ اس میں فیض کا بائیں بازو کا موقف سامنے آتا ہے۔ اس نظم کی متنی تاریخ کو تحقیقی تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ اس نظم کے فیض کے کلیات "نسخہ ہائے وفا" سے نکال دینے کی وجوہات بھی پیش کی ہیں۔ روئی کینٹور، سٹینفورڈ یونیورسٹی میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ انھوں نے ٹیکساس یونیورسٹی سے ۲۰۱۵ء میں تقابلی ادبیات میں پی ایچ ڈی کی۔ ان کا مضمون کے " My Heart, My Fellow Traveler': Fantasy, Futurity and the Itineraries of Faiz Ahmed Faiz عنوان سے شائع ہوا۔ اس میں فیض اور پابلو نیرودا کا تقابل پیش کیا گیا ہے۔ برطانوی مستشرقین میں رالف رسل، وکٹر کیرنن، کرشن گولڈ، جوئیڈ تھ وائیڈل ہال کے نام اہم ہیں۔ رالف رسل (Ralph Russell)، مورخ اور کیمونسٹ کے طور پر جانے کے عنوان سے ۱۹۹۲ء میں منظر عام پر آئی۔ ان کی اردو ادب کی تاریخ The Pursuit of Urdu Literature ہے۔ اس کا آخری باب فیض کے حوالے سے ہے۔ اس میں فیض کی شاعری کے موضوعات- فکری ارتقا- نظموں میں سیاسی نقطہ نظر کو نمایاں کیا گیا ہے۔ وہ فیض کی آزادی کے بعد کی دو نظموں (سیاسی لیڈر / صبح آزادی) کو مایوسی کی حامل قرار دیتے ہیں۔ فیض کے بہ طور شاعر اور انسان کی مقبولیت کے اسباب پیش کیے ہیں۔ فیض کی سیاسی شاعری کو موضوع بنایا ہے۔ ان کے نزدیک فیض نے آخر تک مادی سکون کی زندگی

گزاری امیروں کا جمگھٹا قریب رہتا تھا وسکی پلاتے تھے۔ ان کے نزدیک وہ پنڈی سازش کیس کے بعد سکون چاہتے تھے اور ایسا کچھ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔ قید کے دوران تخلیقی سفر، ذہنی کیفیات اور ان کے اہم شعری مجموعوں جیسے دستِ صبا اور زندان نامہ پر مبنی ایک گہرا تجزیہ پیش کیا ہے۔ "دست صبا" کی نظموں 'سیاسی رہنما سے'، 'صبح آزادی' اور "دو عشق" کی شرح پیش کی ہے۔ فیض کی انقلابی شاعری کی نمایاں خصوصیت یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ان کے ہم عصروں کی طرح شوریدہ اور تلخ لہجہ کی بجائے روایتی غزل کی آفاقی زبان میں لکھی گئی ہے۔ فیض کی نظم، جسے دوسری جنگِ عظیم کے آغاز کے بعد لکھا گیا۔ "بول" اس کی بہترین مثال ہے۔ ان کی فیض کے بارے مزید رائے ملاحظہ کیجیے:

"فیض کی عظمت صرف ان کی شاعری کی وجہ سے نہ تھی۔ اس کے بعد فیض نے زندگی بھر معقول مالی آسودگی میں وقت گزارا۔۔۔فیض کی فوری رہائی کا حکم دیا۔ بااثر، امیر دوستوں کے درمیان، جو انہیں عمدہ دعوتیں دیتے اور وہسکی کی تواضع کرتے جسکے وہ شوقین تھے۔ فیض کا کردار ادب اور سیاست دونوں میں کچھ "درمیانی" رہا۔ نہ وہ مکمل کمیونسٹ تھے، نہ ہی غیر سیاسی۔ ہمیشہ بائیں بازو کے قریب، مگر جماعتی سیاست سے الگ۔ یہی اعتدال پسند رویہ انہیں مختلف دھڑوں میں مقبول رکھتا تھا، اور کوئی بھی انہیں مکمل طور پر مسترد نہیں کر سکتا تھا۔ فیض نے ایسے انداز میں لکھا جو عمومی طور پر شاعری کے تین مختلف اقسام کے قارئین کو متاثر کر سکے۔ اس طرح ان کی شاعری کی رسائی وسیع ہو گئی۔۔۔۔ اگرچہ ان کی ہمدردیاں غریبوں کے ساتھ تھیں، مگر وہ خود اشرافیہ طبقے سے تھے اور ایک آرام دہ، باعزت زندگی گزار رہے تھے، جو ان کے متوسط طبقاتی قارئین کو خود اپنی زندگی جیسی محسوس ہوتی تھی۔ (مصنف (فیض) کا کہنا ہے کہ جنوبی ایشیا میں طبقاتی گھمنڈ رکھنے والے لوگ انقلابی خیالات کو ناپسند نہیں کرتے، اگر وہ ان کے سماجی سانچے سے متصادم نہ ہوں۔)"فیض کی شاعری کا ایک بڑا حصہ مجھے پسند نہیں۔ لیکن یہ بھی کہوں گا کہ شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس کی تمام شاعری مجھے متاثر کرے۔ کسی شاعر کی بہترین شاعری ہی اس کے مقام کا تعین کرتی ہے۔ میر کی بہترین شاعری انہیں اعلیٰ درجے میں فائز کرتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ فیض کی شاعری اس سطح تک پہنچتی ہے۔"(3)

وکٹر کیرنن، ایڈنبرا یونیورسٹی کے پروفیسر رہے۔ فیض کے انگریزی مترجم کے طور پہ جانے جاتے ہیں۔ نظموں کا انتخاب اور ترجمہ "انتخاب فیض" کے عنوان سے ۱۹۷۱ء میں لندن سے شائع ہوا۔ ترجمے کی ابتدا میں بھی ایک مضمون شامل ہے۔ یہ تراجم فیض کے چار شعری مجموعوں (نقش فریادی، دست صبا، زنداں نامہ، دست تہہ سنگ) میں سے منتخب غزلوں اور نظموں پر مبنی ہے۔ اس کا انتساب ایلس فیض کے نام ہے۔ 'نقش فریادی' میں سے سولہ نظمیں، 'دست صبا' میں سے اٹھارہ نظمیں، 'زنداں نامہ' میں سے چار اور 'دست تہہ سنگ' میں سے گیارہ نظموں کے تراجم کیے گئے ہیں۔ ۲۳ صفحات پر مبنی تعارفی مضمون خاصے کی چیز ہے۔ جس میں وہ فیض احمد فیض کی سوانح، شخصیت، اردو زبان کا پس منظر، اردو شاعری کا جمالیاتی، معاشی اور تہذیبی پس منظر اور مختصر روایت اور فیض کا فکری ارتقاء کا تعارف پیش کرتے ہیں۔ وہ فیض کی شاعری کے استعاروں، علامتوں اور اشاروں پر تصوف، بھگتی تحریک، پنجابی عوامی روایت کے اثرات کو نمایاں کرتے ہیں۔ وہ علامہ اقبال اور فیض احمد فیض کے افکار، علامتی نظام، سماجی وابستگی اور عالمی وژن کا تقابلی تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ فیض اور اقبال کے تضادات اوور مماثلتوں کا تقابل کیا ہے حتیٰ کہ فیض اور نطشے کو ایک ہی فکری روایت کا پاسدار قرار دیا ہے۔ اقبال کا مرشد رومی اور فیض کا ماڈل غالب کو سمجھتے ہیں۔ مزید تقابل کی ایک مثال دیکھیے:

> "اقبال اور فیض کی شاعری کے رنگوں میں بہت نمایاں فرق ہے۔ اقبال پرجوش، بے ساختہ اور براہ راست ہیں؛ جبکہ فیض زیادہ لطیف، بالواسطہ اور مشکل سے ترجمہ پذیر۔ اقبال کی شاعری سورج کی روشنی میں نہائی ہوئی دکھائی دیتی ہے، اور فیض کی چاندنی میں۔ تاہم، جیسا کہ فیض نے لندن میں ایک لیکچر میں نشاندہی کی، اقبال حیران کن طور پر بہت کم امیجری استعمال کرتے ہیں اور فطرت سے بہت کم آگاہی دکھاتے ہیں، سوائے چند ابتدائی نظموں کے۔ مغربی قاری کے لیے، جو نیچرل ازم پر پلا بڑھا ہے، فیض کی شاعری کی دنیا فارسی مصوری کی طرح ساختہ محسوس ہو سکتی ہے۔ لیکن وقت کے ساتھ ان کی علامتوں کا استعمال آزاد اور وسیع تر ہو گیا ہے، یہاں تک کہ ان کی کچھ نظمیں تو ان ہی علامتوں میں تحلیل ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔۔۔ یہ بھی ایک معنی خیز فرق ہے: اقبال کی تنہائی میں ایک ایسا خدا موجود ہے جو اگرچہ خاموش ہے مگر موجود ہے؛ فیض کی دنیا میں صرف انسان ہیں—اور وہ بھی خاموش اور دور۔۔۔ اقبال اکثر اپنی نظموں میں خود کو ایک ایسے مسافر کے طور پر پیش کرتے ہیں جو کائنات کی وسعتوں میں سفر

کر رہا ہے؛ جبکہ فیض ایک ویران عشائیہ گاہ میں قید ہیں، اور وہ لمحہ رات کا ہے۔"(4)

وکٹر کیرنن کا ایک مضمون ۱۹۹۲ء میں شائع ہونے والے شعری مجموعہ 'سر وادی سینا' میں بھی شامل ہے۔ ایک مضمون کا اردو ترجمہ 'فیض کے آس پاس" کے عنوان سے سحر انصاری نے کیا۔ اس مضمون میں فیض کے لندن قیام، بھول جانے اور سگریٹ نوشی کی عادات، دیگر زبانوں کے تراجم وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے نزدیک فیض جدید عہد کے انتشار میں ضبط و توازن قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔ فیض کے والد پر سکاٹ لینڈ کی خاتون کی کتاب کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

کرشن گولڈ، جرنلسٹ ہیں۔ انھوں نے فیض کا بی بی سی لندن کے لیے ایک انٹرویو کیا۔ اسے آخری انٹرویو بھی قرار دیا جاتا ہے۔ یہ انٹرویو "شبستان"، نئی دہلی کے فیض نمبر میں شامل ہے۔ جو ئیڈتھ وائیڈل ہال بھی جرنلسٹ ہیں۔ انھوں نے فیض پر ایک کالم 'دی لاسٹ آف اے لائن' تحریر کیا۔ یہ کالم تقی عابدی کی کتاب "باقیات و نادارات فیض" میں شامل ہے۔

روسی مستشرقین میں لدمیلا-الیکسی سرکوف-مریم سلگانیک-اناسوورا-آس چیخاف، الیگزینڈر سرکوف کے نام اہم ہیں۔ لدمیلا ویسلیوا ماسکو کے ادارہ شرقیات، ماسکو ریڈیو اردو سروس اور ماسکو اسٹیٹ یونیورسٹی سے وابستہ رہیں۔ لدمیلا ویسلیوا کا نام اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ وہ مستشرقین میں پہلی شخصیت ہیں جنھوں نے فیض کی سوانح عمری تحریر کی ہے ی روسی زبان میں طالب علموں کے لیے ۲۰۰۲ء میں لکھی گئی۔ اس کا اردو میں "پرورش لوح و قلم؛ فیض۔ حیات و تخلیقات" کے عنوان سے اسامہ فاروقی اور لدمیلا ویسلیوا نے ترجمہ کیا ہے جو ۲۰۰۷ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کتاب میں فیض کے قلمی آثار اور اشعار کی شرح کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ سوانح چودہ ابواب پر مبنی ہے۔ اس میں تحقیقی انداز میں فیض کی سوانح کو ارتقائی انداز میں مرتب کیا گیا ہے۔ بہت سی اغلاط کی نشان دہی کی ہے اور انھیں درست بھی کیا ہے۔ خاص حصے وہ ہیں جس میں فیض کی روس میں مقبولیت موضوع بنائی گئی ہے۔ انھوں نے فیض کی تخلیقات، اور فیض کے حوالے سے لکھی گئی روسی، انگریزی اور اردو کی ۷۶ کتب سے استفادہ کیا ہے۔ ان کی اس کتاب کے بارے ڈاکٹر جمیل جالبی کی رائے دیکھیے:

"ڈاکٹر لدمیلا کی یہ تصنیف روسی زبان کے قارئین کے لیے لکھی گئی ہے لیکن اس میں نقد و نظر کا آفاقی معیار اور ساتھ ہی انداز بیاں ایسا ہے کہ یہ یکساں طور پر اردو قارئین کے لیے بھی مفید و دلچسپ ہو گئی ہے۔ اس کے مطالعے سے فیض کی شخصیت اور ان کی شاعری و فکر کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ اس میں بہت سی باتیں ایسی آگئی ہیں جو خود اردو قارئین کے لیے بھی نئی ہیں۔ اسی طرح روسی ماخذ بھی اچھوتے ہیں۔ اس تصنیف کی خوب صورتی یہ ہے کہ اس میں فیض کی ذات اور ان کی شخصیت اور حالات عصر کو

> اس طرح گوندھا گیا ہے کہ یہ سب ایک وحدت ،ایک اکائی بن گئے ہیں۔اسی طرح فیض کی غزلوں کے اشعار کا تجزیہ و تشریح خصوصا فیض کی غزلوں کے روایتی رموز و کنایات ،عصری مزاج اور خود فیض کی زندگی کے واقعات سے اس طرح پیوست ہیں کہ ظاہری طور پر کوئی سماجی یا سیاسی پہلو نہ ہونے کے باوجود شعر کا سیاسی رنگ نمایاں رہتا ہے۔۔۔زیر نظر کتاب میں جس طرح ڈاکٹر لدمیلا نے فیض کی حیات اور تخلیقات کا مطالعہ کیا ہے،ویسا فیض کے بارے میں کسی اور مطالعے میں میری نظر سے نہیں گزرا۔فیض؛حیات اور تخلیقات ،مطالعہ فیض میں ایک ایسی تصنیف ہے کہ ہم اعتماد کے ساتھ فیضیات میں اسے ایک اضافہ کہہ سکتے ہیں۔یہاں بیک وقت ہم شاعر فیض،دوست فیض،انسان فیض،سرگرم عمل فیض،سوشلسٹ فیض سے ملتے ہیں اور ان کی عظمت ہمارے دل میں گھر کر جاتی ہے۔"(5)

مذکورہ کتاب کے علاوہ ان کا ایک مضمون،فیض کی شاعری میں سحر کی علامت کے حوالے سے ہے۔اس مضمون میں فیض کے اس قول کی روشنی میں جائزہ لیا گیا ہے کہ 'اچھی شاعری وہ ہے جو فن کے معیار پر ہی نہیں،زندگی کے معیار پر بھی پوری اترے'۔ ایک اور مضمون،فیض سے پہلی ملاقات کے احوال پر بھی مبنی ہے۔'وہ تو جب آئے ہیں مائل بہ کرم آئے ہیں۔فیض شناسی مرتبہ اسد الزماں میں شامل ہے۔یہی مضمون ایک اور عنوان اور پہلے پیراگراف کے اضافے کے ساتھ 'کیا روشن ہو جاتی تھی گلی جب یار ہمارا گزرے تھا'فیض صدی میں شامل ہے۔

مریم سلگانیک کا نام کلام فیض کی مترجم کے حوالے سے اہم ہے۔انھوں نے لینن امن ایوارڈ کے لیے فیض کی اردو تقریر کا ترجمہ بھی کیا-فیض کے متعدد انٹرویوز بھی کیے۔مریم نے فیض کی پچھترویں سال گرہ کے موقع پر ان کا خاکہ بھی لکھا۔ فیض کے شعری مجموعہ "سر وادی سینا"کا انتساب بھی مریم کے نام ہے اور فیض نے اپنی نواسی کا نام بھی مریم رکھا۔

ڈاکٹر اناسوورووا نے فیض کی شاعری میں بے گھری کے تصور کو موضوع بنایا ہے۔فیض کے ہاں جلاوطنی سے پیدا ہونے والی افسردگی یا گھر کی تمنا کے موضوعات بہت عام ہیں۔انھوں نے اس تناظر میں دیگر شعرا کشور ناہید،افتخار عارف،فہمیدہ ریاض،زہرہ نگاہ اور اشفاق حسین کی شاعری کا مطالعہ بھی کیا ہے۔آس سوخوچوف نے سوویت یونین میں فیض کی شاعری کے مطالعات اور تراجم کو موضوع بنایا ہے۔روسی زبان میں فیض کے پہلے شعری مجموعے کا دیباچہ لکھا جس میں فیض کی

مقبولیت کے غیر معمولی اسباب: آہنگ، انسان دوستی، پر خلوص اظہار، گہرے جذبات اور امن بہ طور موضوع کو اہمیت دی۔

یوری کورنی لوف نے یادداشتوں پر مبنی مضمون لکھا۔ اس کا عنوان شمشیر وسناں اول رکھا۔ اس کا ترجمہ داود کشمیری نے کیا۔ صابر دت کے رسالہ "شخصیت و فن" کے فیض نمبر میں شامل ہے۔ اس مضمون میں فیض کی شاعری میں غنائیت، انقلاب اور پیکر تراشی اور غیر معمولی کیفیات کی خصوصیات کو موضوع بنایا ہے۔ الیگزینڈر کوف نے بھی یادداشتوں اور تاثرات پر مبنی ایک مضمون " ایک دردمند دل کی آواز" کے عنوان سے لکھا اس کا اردو ترجمہ پروفیسر سحر انصاری نے کیا- یہ حوصلہ مندی پر مبنی واقعات کا احوال پر مبنی تحریر ہے۔ پروفیسر سخاچوف، ماسکو کے اورینٹل انسٹی ٹیوٹ کے پروفیسر رہے۔ ان کے مضمون 'اشک آباد کے چند روز' میں ۱۹۷۲ء کی کانفرنس کے دوران ہونے والی ملاقاتوں کا احوال قلم بند کیا ہے۔

فرانسیسی مستشرقین میں جارج فشر اور ڈینس مارتنگ کے نام اہم ہیں۔ جارج فشر پیرس میں ڈائریکٹر آف ریسرچ اور ورلڈ فیڈریشن آف ٹریڈ یونین کے ہے جس میں مختلف ملاقاتوں کا ذکر کیا گیا ہے ہے۔ ان میں جینوا : Faiz Ahmad Faiz Reminiscences ہیڈ رہے۔ ان کا مضمون انٹرنیشنل لیبر کانفرنس کی ملاقات اور ۱۹۴۹ء میں پاکستان میں ملاقات شامل ہیں۔ ان ملاقاتوں کے ذریعے فیض کا بہ طور انسان جائزہ لیا ہے۔ مضمون لکھا۔ The renewal of traditional Urdu poetry in naqosh e faryadi ڈینس مارتنگ نے ۱۹۸۸ء میں جاپانی مستشرقین میں ہیروجی کتاوکا اور دائتو کتاوکا شامل ہیں۔ ہیروجی کتاوکا، ٹوکیو یونیورسٹی سے 1964ء میں وابستہ ہوئے اور ڈائتو بنکا یونیورسٹی میں بھی پروفیسر رہے۔ ۱۹۷۵ء میں انہوں نے فیض کی منتخب غزلوں اور نظموں کا خود انتخاب شائع کیا جس میں تقریباً ۱۷۰ اشعار شامل تھے۔ جاپان میں فیض کے تراجم اور تنقید کے بارے سید مظہر جمیل لکھتے ہیں۔

> "فیض کی ایک نظم "منظر" کو اوساکا یونیورسٹی کے پروفیسر تکامیتسو ماتسومورا نے جاپانی زبان میں منتقل کر کے اپنے تنقیدی تجزیے اور تبصرے کے ساتھ ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز کے مجلے 'اردو ادب' کے شمارہ ۱۵ میں شائع کیا ہے۔ چناں چہ جاپانی زبان وادب کا شمار ان عالمی زبانوں میں سرفہرست ہونا چاہیے جن میں کلام فیض مکمل صورت میں منتقل ہوا ہے۔ مزید برآں فیض کی شخصیت اور شاعری پر مضامین، مقالے اور تجزیے جاپان کے ادبی جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ مثلا پروفیسر ہیروجی کتاوکا نے 'دست صبا کی شاعری'، 'فیض کی نظر میں غالب'، 'فیض

اور ترقی پسند تحریک' اور 'فیض کی غزل' کے عنوان سے متعدد مقالے لکھے
ہیں جو جاپان کے ادبی جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔"(6)

آسٹریلین مستشرقین میں ایسلے ڈرائی لینڈ کا نام اہمیت کا حامل ہے۔انھوں نے فیض پر پہلی انگریزی کتاب ۱۹۹۳ء میں لکھی۔اس کا عنوان ہے۔اس کتاب میں فیض کے ہاں سماجی حقیقت نگاری کے مختلف Faiz Ahmad Faiz: Urdu Poet of Social Realism پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔فیض کے بطور مضمون نگار سید سجاد ظہیر کی وفات پر میموریل لیکچر میں ادب میں ثقافت کے نقطہ نظر ،اہمیت اور اہم نکات پر بحث کی۔ بہ طور نقاد فیض اور آغا حمید کے ریڈیو پروگرام 'ادبی مناظرے' میں پریم چند پر بحث کی اور فیض کی ناقدانہ صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔ بہ طور انسانی حقوق کے علمبردار کے لوٹس کی ادارت اور فلسطینیوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کو موضوع بنایا ہے۔"فیض احمد فیض اور راولپنڈی سازش کیس "مضمون میں فیض کو عموماً ایک "احتجاجی شاعر" کے طور پر جانا جاتا ہے۔ ان کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ وہ دسویں صدی کی فارسی شعری روایت کی علامتی اور مبہم تصویری زبان کو بڑی مہارت سے سیاسی اشاروں کے لیے استعمال کرتے ہیں،انھوں نے کے کے کھلر کے مطابق اس واقعے کو فیض کی زندگی کا اہم ترین واقعہ قرار دیا ہے۔پاکستان کے قیام کے بعد فیض کو جو مایوسی اور نااُمیدی لاحق ہوئی، وہی اس کے قومی جذبے کو جلا بخشنے کا سبب بنی، اور اسی نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اپنی شاعری کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کریں، اُن مذہبی و سیاسی حکومتوں کے خلاف، جنہیں وہ رجعت پسند سمجھتے تھے۔اس مضمون میں پاکستانی سیاسی تاریخ کے مختصر جائزے کے بعد پنڈی سازش کیس پر مختلف اخبارات کی رپورٹس ،عدالتی کارروائیوں، سجاد ظہیر، میجر اسحاق اور دیگر ان کے انٹرویوز کو پیش کیا گیا ہے۔

غیر ملکی ادیبوں اور مستشرقین کے فیض کے مطالعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فیض کا تخلیقی سرمایہ اور ان کے شخصی وظائف ایسے ہمہ گیر تھے کہ جسے دنیا کے ہر خطے کے ذی فہم اور دردمند دل نے محسوس کیا۔ان کی تخلیقات کے تراجم اس کا بدیہہ ثبوت ہیں۔ان کے انٹرویوز ان کی نظریاتی وابستگیوں کی مقبولیت کا اظہار یہ ہیں۔جو بھی ادیب ان سے ملا ان کی شخصیت کا ایسا اسیر ہوا کہ ان کی یاداشتوں کا حصہ بن گئے۔ فیض کی عالمگیر شہرت میں ان کی شاعری کا اپنے عہد کی مکمل ثقافتی دنیا اور اُس کے سیاسی و سماجی اقدار کی پیش کش میں بھی مضمر ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مستشرقین کے تنقیدی مضامین میں معروضی تنقیدی رویہ غالب نظر آتا ہے۔اس تنقید کا محور فیض کی شاعری کی فکری رو اور عملی سیاسی ومزاحمتی زندگی ہے۔یقینی طور پہ مستشرقین کے یہ مطالعات فیض شناسی کے سرمایے کو ثروت مند بناتے ہیں۔

حوالہ جات

1. Pue, A. S., Rethinking Modernism and Progressive Poetry: Faiz, Pakistan, Pakistaniaat: A Journal of Pakistan Studies, Vol. 5, No. 1, 2013, p. 1–25.
2. Russell, Ralph, The Pursuit of Urdu Literature, London, Zed Books, 1992, p. 242.
3. Manuel, Peter, Faiz and Indo-Pakistani Music, in Faiz: A Poet of Peace from Pakistan, ed. Khalid Sohail and Ashfaq Hussain, Karachi, Pakistan Study Centre, University of Karachi, 2011, p. 428.
4. Kiernan, V. G. (Trans.), Poems by Faiz, London, George Allen & Unwin, 1971, p. 38.

5۔ڈاکٹر جمیل جالبی، پیش لفظ، پرورش لوح و قلم از لدمیلا وسلیوا، کراچی: اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۷ء، ص۔خ، د

6۔ سید مظہر جمیل، ذکر فیض، کراچی: محکمہ ثقافت حکومت سندھ، ۲۰۱۳ء، ص۱۰۰۷

References:

1. Pue, A. S., Rethinking Modernism and Progressive Poetry: Faiz, Pakistan, Pakistaniaat: A Journal of Pakistan Studies, Vol. 5, No. 1, 2013, p. 1–25.
2. Russell, Ralph, The Pursuit of Urdu Literature, London, Zed Books, 1992, p. 242.
3. Manuel, Peter, Faiz and Indo-Pakistani Music, in Faiz: A Poet of Peace from Pakistan, ed. Khalid Sohail and Ashfaq Hussain, Karachi, Pakistan Study Centre, University of Karachi, 2011, p. 428.
4. Kiernan, V. G. (Trans.), Poems by Faiz, London, George Allen & Unwin, 1971, p. 38.
5. Jameel Jalibi, Dr., Pesh Lafz, Parwarish-e-Loah-o-Qalam az Ludmila Vasliyeva, Karachi: Oxford University Press, 2007, p. kh, d.
6. Syed Mazhar Jameel, Zikr-e-Faiz, Karachi: Mahkma-e-Saqafat, Hukoomat-e-Sindh, 2013, p. 1007.